

صحابہ کرام کے اسلوب دعوت میں انسانی نفسیات کا لحاظ

(۲)

مناسب وقت کا انتظار / موقع کی مناسبت

دعوت دین کے ہر کارکن کو اپنے گرد و پیش کا پوری ہوشیاری اور مستعدی سے جائزہ لیتے رہنا چاہیے کہ دعوت کی تخم ریزی کے لیے جیسے ہی کوئی مناسب موقع ہاتھ آئے، وہ بڑی ہوشیاری کے ساتھ اس سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اس کی بہترین مثال ہمیں حضرت یوسفؑ کی سیرت میں ملتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

”اور ان کے ساتھ دو اور جوان بھی جیل میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا: میں اپنے آپ کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں شراب پوچھ رہا ہوں، اور دوسرے نے کہا: میں اپنے کو دیکھتا ہوں کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں جس میں سے چڑیاں کھا رہی ہیں۔ آپ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے۔ ہم آپ کو خوب کاروں میں سے سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جو کھانا تمہیں ملتا ہے وہ آئے گا نہیں کہ میں اس کے آنے سے پہلے پہلے تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا۔ یہ اس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔ میں نے ان لوگوں کے مذہب کو چھوڑا جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت سے یہی لوگ منکر ہیں اور میں نے اپنے بزرگوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے مذہب کی پیروی کی۔ ہمیں حق نہیں کہ ہم کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں۔ یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر گزار نہیں ہوتے۔ اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! کیا الگ الگ بہت سے رب بہتر ہیں یا اکیلا اللہ ہی سب پر حاوی و غالب؟ تم اس کے سوا نہیں پوجتے مگر چند ناموں کو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ چھوڑے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ اختیار اور اقتدار صرف اللہ ہی کا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو۔ یہی دینِ قیم ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلانے کی خدمت انجام دے گا۔ ربا دوسرا تو اس کو سولی دی جائے گی، پھر پرندے اس کے سر کو نوج نوج کرکھائیں گے، اس امر کا فیصلہ ہوا جس کے بارے میں تم پوچھ رہے تھے“ (۱)

اس پورے واقعہ میں داعی حق کے لیے جو نقطہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے، وہ یہ ہے کہ جب وہ دونوں آدمی محسوس کرتے ہیں کہ اپنے کردار و اوصاف کی بنا پر حضرت یوسفؑ ہی ایسے فرد ہیں جن کی طرف وہ اپنی غرض کے لیے رجوع کر سکتے ہیں تو حضرت یوسفؑ اس موقع پر یہ نہیں کرتے کہ ان پر اپنی بزرگی کا رعب جمانے کی کوشش کریں، بلکہ وہ ان کے اس التفات کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان کے سامنے فوراً دعوت حق پیش فرماتے ہیں اور اس کے لیے انھوں نے ایسا اسلوب اختیار فرمایا کہ گویا بات سے بات چل نکلی ہے نہ کہ قصداً ایک بات کہنے کے لیے موقع پیدا کیا گیا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی سیرت کے تفصیلی مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انھوں نے بھی دعوت و تبلیغ کے لیے بارہا اس اسلوب کو اختیار کیا۔ سیرت صحابہ سے اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

حضرت شداد بن اوسؓ ایک مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ مریض سے پوچھا: کیا حال ہے؟ اس نے کہا: اللہ کے فضل سے اچھا ہوں۔ حضرت شدادؓ نے دیکھا کہ زمین ہموار ہے اور مریض بیماری کے باوجود اللہ کی رضا پر راضی ہے تو فوراً گویا ہوئے:

أبشر بكفارات السيئات و حط الخطايا
 میں تم کو مرض کے کفارہ گناہ ہونے کی بشارت سناتا
 ہوں۔

کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں کسی شخص کو آزمائش میں مبتلا کروں اور وہ میری حمد کرے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہو۔ (۲)

حضرت طلیبؓ بن عمیر خفیہ دعوت کے مرحلے میں دارالرقم میں ایمان لائے۔ جب دولت ایمان سے مستفید ہو چکے تو اپنی والدہ اروئی بنت عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع اختیار کر لی ہے تو ان کی والدہ کہنے لگیں، اپنے ماموں زاد بھائی کی امداد و اعانت کرنا بڑی اچھی بات اور ایک حق کی ادائیگی ہے۔ اگر ہم عورتوں میں مردوں جیسی طاقت ہوتی تو ہم بھی آپ ﷺ کی اتباع کرتیں اور ہر مدافعت میں آپ ﷺ کا ساتھ دیتیں۔ (۳) حضرت طلیبؓ بن عمیر نے دیکھا کہ والدہ اسلام کے لیے نرم گوشہ رکھتی ہیں اور اسلام کی طرف مائل ہیں تو انھوں نے فوراً کہا:

ایمنعك ان تسلمی و تتبعیه ، فقد اسلم
 احوك حمزہ؟ فقالت: انتظر ما یصنع
 آپ کو اسلام لانے اور آپ ﷺ کی اتباع کرنے سے کیا
 چیز مانع ہے؟ جبکہ آپ کے بھائی حمزہؓ بھی اسلام لا چکے
 ہیں۔ انھوں نے جواب دیا: میں یہ انتظار کر رہی ہوں کہ
 میری بہنیں کیا کرتی ہیں، میں اپنی بہنوں سے باہر نہیں،
 فانی اسألك بالله الا أتیتہ و سلمت علیہ

و صدقته، وشهدت ان لا اله الا الله،
 قالت: فانى اشهد ان لا اله الا الله،
 واشهد ان محمداً رسول الله ﷺ، ثم
 كانت تعضد النبي ﷺ بلسانها
 وتحض ابنها على نصرته والقيام بامرہ
 (۴)

حضرت طلیبؓ نے عرض کیا: اماں جان! میں آپ کو
 اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ضرور رسول اللہ ﷺ کی
 خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کو سلام کریں، آپ
 کی تصدیق کریں اور اس بات کی گواہی دیں کہ
 سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ حضرت اروىؓ نے
 کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی
 معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے
 بعد یہ (اپنے بڑھاپے کے باعث) رسول اللہ
 ﷺ کے کام میں اپنی زبان کے ذریعے مدد کرتی
 تھیں اور اپنے بیٹے کو آپ ﷺ کی مدد کرنے اور
 آپ ﷺ کے مقاصد کو پورا کرنے پر ابھارا کرتیں
 تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جمع تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے رسول
 اللہ ﷺ سے علی الاعلان دعوتِ اسلام کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے منع فرمایا لیکن پھر ابو بکرؓ کے اصرار پر
 اجازت دے دی، چنانچہ تمام صحابہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں بیت اللہ میں تشریف لے گئے۔ ابو بکرؓ لوگوں
 کے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اسلام میں وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو کھلم کھلا اسلام
 کی دعوت دی۔ چنانچہ مشرکین مکہ ان پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور آپؐ کو خوب مارا، حتیٰ کہ بچنے کی کوئی امید
 نہ رہی۔ آپؐ کے قبیلہ بنو تیم کے لوگ آپؐ کو اٹھا کر گھر لے گئے، ہوش آیا تو پہلا سوال یہ تھا: رسول اللہ ﷺ کا کیا
 حال ہے؟ بتایا گیا کہ حضور ﷺ خیریت سے ہیں۔ آپؐ دار ارقم میں حاضر ہوئے اور جب تک رسول اللہ ﷺ کو
 دیکھ نہ لیا، مطمئن نہ ہوئے اور پھر بارگاہ رسالت میں عرض کیا:

اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ میری والدہ محترمہ ہیں،
 آپ ﷺ ان کے لیے دعا کیجیے اور ان کو اسلام کی
 طرف بلائیں شاید کہ اللہ آپ کے ذریعہ سے ان کو
 جہنم سے بچالے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے
 لیے دعا کی اور ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے
 اسلام قبول کر لیا۔

يا رسول الله ﷺ! هذه أمي وأنت
 مبارك فادع لها وادعها الى الاسلام
 لعل الله ان يستنقذها بك من النار
 فدعا لها رسول الله ﷺ ودعاها الى
 الله فاسلمت (۵)

حضرت ابو بکرؓ نے جب دیکھا کہ ان کی والدہ پردن بھر کے واقعات کا ایک خاص اثر ہے اور ان کے دل میں اپنے بیٹے اور اس کے مقاصد کے لیے ہمدردی کے آثار موجود ہیں تو انہوں نے ایک سچے داعی کی طرح موقع مناسب سمجھتے ہوئے اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دی جس کے نتیجے میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

ایک آدمی نے ابن عباسؓ سے جمعہ کے دن غسل کرنے کے بارے میں سوال کیا کہ کیا یہ واجب ہے؟ ابن عباس نے فرمایا: نہیں جو چاہے، غسل کرے۔ اور پھر فرمایا کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ غسل جمعہ کی ابتدا کیسے ہوئی۔ دراصل عہد رسالت میں لوگ غریب اور محتاج تھے، وہ اون کے کپڑے پہنتے تھے، دن بھر کھیتوں میں کام کرنے کی وجہ سے پسینہ آتا، جس سے کپڑوں کی بدبو مزید بڑھ جاتی، جس کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف ہوتی تھی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا:

يا ايها الناس! اذا حفتكم الجمعة
فاغتسلوا، وليمس احدكم من اطيب
اے لوگو! جب تم جمعہ کے لیے آؤ تو غسل کر لیا کرو،
اور جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو لیا کرے۔

طیب ان كان عنده (۶)

ابن عباسؓ اگر چاہتے تو سائل کو صرف یہ کہہ کر رخصت کر سکتے تھے کہ جمعہ کے دن غسل واجب ہے یا نہیں، لیکن انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سائل کو غسل جمعہ کے پورے پس منظر اور تفصیل سے آگاہ کر دیا۔

اگرچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا ایک مستقل حلقہ درس موجود تھا تاہم وہ جہاں لوگوں کو جمع دیکھتے یا جہاں موقع کی مناسبت سے کچھ کہنے کی ضرورت ہوتی، فوراً لوگوں کو دین کی طرف متوجہ کرتے، چنانچہ ایک دفعہ ابو موسیٰ اشعریؓ اصفہان کی مہم سے واپس لوٹ رہے تھے کہ ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ لوگوں کا کافی مجمع تھا۔ موقع مناسب جانتے ہوئے آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میں تم لوگوں کو ایک حدیث سنانا چاہتا ہوں جو ہم لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے سنائی تھی۔ لوگوں نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے، ضرور سنائیے۔ بولے: رسول اللہ نے فرمایا: قیامت کے قریب ”ہرج“ زیادہ ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا: ہرج کیا ہے؟ فرمایا: قتل اور جھوٹ۔ لوگوں نے عرض کیا: اس سے بھی زیادہ قتل ہوگا جتنا ہم لوگ کرتے ہیں؟ فرمایا اس سے مقصد کفار کا قتل نہیں بلکہ باہمی خونریزی ہے، حتیٰ کہ پڑوسی پڑوسی کو، بھائی بھائی کو، بھتیجا بھتیجا کو اور چچا بھتیجے کو قتل کرے گا۔ لوگوں نے کہا سبحان اللہ، کیا عقل و ہوش رکھتے ہوئے؟ فرمایا: عقل و ہوش کہاں؟ عقل و ہوش تو اس زمانہ میں باقی نہ رہے گا، حتیٰ کہ آدمی خیال کرے گا کہ وہ کسی حق بات پر ہے لیکن درحقیقت وہ کسی حق بات پر نہ ہوگا۔“ (۷)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے لوگوں کو یہ خطبہ اس وقت دیا جب وہ لوگ گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ جہاں میدان جہاد کی نسبت ان برائیوں میں مبتلا ہونے کے امکانات کئی گنا زیادہ تھے، اس لیے آپؓ نے ایک مناسب موقع پر ضروری تعلیم دینا لازمی سمجھا تا کہ لوگ ان گناہوں میں مبتلا نہ ہوں اور زبان رسالت سے نکلنے والی وعید کے مستحق نہ بن جائیں۔

ایک دفعہ حضرت ابوالدرداءؓ دمشق کی جامع مسجد میں، جہاں آپ کا حلقہ درس قائم تھا، اپنے ہاتھ سے شجر کاری کر رہے تھے۔ اسی دوران ایک آدمی ان کے پاس سے گزرا۔ آپؓ کو دیکھ کر بڑے تعجب سے کہنے لگا: آپؓ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہو کر ایسا معمولی کام اپنے ہاتھ سے کر رہے ہیں؟ حضرت ابوالدرداءؓ نے اس کی حیرت زائل کرتے ہوئے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

من غرس غرساً لم يأكل منه آدمى ولا خلق من خلق الله الا كان له صدقة (۸)

جس کسی نے کوئی پودا لگایا اور اس میں سے اگر کسی آدمی یا اللہ کی مخلوق میں سے کسی مخلوق نے کھایا تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

حضرت عائشہؓ موسم حج میں منیٰ میں خیمہ زن تھیں۔ لوگ ملاقات کو آرہے تھے، چند قریشی نوجوانوں کو دیکھا کہ وہ ہنستے ہوئے آرہے ہیں۔ آپؓ نے ہنسنے کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے عرض کیا کہ ایک صاحب خیمہ کی ڈوری میں الجھ کر ایسے گرے کہ ان کی آنکھ چلی جاتی یا گردن ٹوٹ جاتی، ہم لوگوں کو یہ دیکھ کر بے ساختہ ہنسی آگئی۔ فرمایا: مت ہنسو! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

ما من مسلم يشاك شوكةً فما فوقها، الا كتبت له بها درجة، و محبت عنه بها خطيئة (۹)

کسی مسلمان کو کاٹنا چھ جائے یا اس سے معمولی مصیبت آئے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بڑھا دیتا ہے اور ایک گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

تالیف قلب

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کی عملی زندگی میں قوت محرکہ اس کا دل ہے، اور اسی کی بدولت انسانی شخصیت انقلاب سے دوچار ہوتی ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

الا وان فى الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد

آگاہ رہو کہ بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب وہ سنور جاتا ہے تو تمام بدن سنور جاتا ہے۔

الجسد كله الا وهى القلب (۱۰) اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو تمام بدن خراب ہو جاتا ہے۔ سنو وہ ٹکڑا دل ہے۔

گویا انسانی جذبات کا مرکز دل ہے اور جب داعی دل کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ یقینی طور پر مخاطب کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسلام کے کئی شدید ترین دشمنوں کو محض تالیف قلب کی بنا پر حلقہ گروش اسلام کر لیا۔ ☆

صحابہ کرامؓ نے بھی کئی لوگوں کو محض تالیف قلب کے اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے مائل بہ اسلام کیا چنانچہ ابوداؤد کی روایت ہے کہ ایک صحابی نے، جو پانی کے ایک چشمے کے مالک تھے، اپنی قوم کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے کہا کہ اگر وہ لوگ اسلام قبول کر لیں تو ان کو سواونٹ دیے جائیں گے۔ چنانچہ قوم ان کی ترغیب اور تالیف قلب سے مسلمان ہو گئی تو انھوں نے ان میں سواونٹ تقسیم کر دیے۔ (۱۱)

مدعو کی تعریف و تحریک / حوصلہ افزائی

دعوت کے ہر کارکن کی حیثیت ایک مہربان استاد اور مربی کی سی ہونی چاہیے۔ داعی کا اپنے مخاطبین سے ایسا رویہ جس میں اپنائیت، محبت اور حوصلہ افزائی کا رنگ نمایاں ہو، دعوت کی کامیابی میں اولین پتھر کا کام دے سکتا ہے۔ بسا اوقات مدعو کی تعریف و توصیف اور مناسب حوصلہ افزائی اس کو داعی کے اس قدر قریب کر دیتی ہے کہ اس کے بعد دعوت کا کام آسان ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے دعوت و تبلیغ میں اس اسلوب کو بھی استعمال

☆ غزوہ حنین میں ملنے والے مالِ غنیمت کو رسول اللہ ﷺ نے رساء مکہ میں ان کی تالیف قلب کی خاطر تقسیم کر دیا، چنانچہ مکہ کے کئی سرداروں نے اسی جذبہ سے متاثر ہو کر صدق دل سے اسلام قبول کر لیا، پھر حق کے خلاف ان کی گردنیں کسبی نہ اٹھ سکیں۔ صفوان بن امیہ جو اسلام کے اور خود رسول اللہ ﷺ کے شدید ترین دشمن تھے، کہتے ہیں:

واللہ لقد اعطانی رسول اللہ ﷺ ما اعطانی، وانہ لا بغض الیّ فما برح یعطینی حتیٰ انہ لاحب

الناس الیّ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخاۃ ﷺ، ج: ۶۰۲۲، ص: ۱۰۲۲)

”متم بخدا رسول اللہ ﷺ نے مجھے اتنا دیا جس کی کوئی حد نہیں جبکہ مجھے ان سے سخت بغض تھا۔ آپ ﷺ مجھے دیتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ مجھے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو گئے۔“

ایک دفعہ ایک بدو نے آکر کہا: ان دو پہاڑوں کے درمیان بکریوں کے جتنے روڑ ہیں مجھ کو عنایت کر دیں۔ آپ ﷺ نے وہ سب اس کو عطا فرمادیے۔ یہ فیاضی اور احسان دیکھ کر اس پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اپنے پورے قبیلے سے جا کر کہا:

یا قوم اسلموا فان محمداً ﷺ يعطی عطاء لا یخشی الفاقۃ (البیضا، ج: ۶۰۲۰، ص: ۱۰۲۱)

”اے قوم! اسلام قبول کر لو، محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ ان کو اپنے فقر و افلاس کا ڈر ہی نہیں رہتا“

————— ماہنامہ الشریعہ (۱۰) ستمبر / اکتوبر ۲۰۰۳ء —————

کیا، چنانچہ جب لوگ دور دراز سے صحابہ کرامؓ کی خدمت میں طلب علم اور مسائل دینیہ کی سوجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے آتے تو وہ نہایت کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے ان کا خیر مقدم کرتے۔ ابو ہارون کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت ابوسعید خدریؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپؓ یہ کہتے ہوئے ہمارا استقبال کرتے:

مرحباً بوصیة رسول اللہ ﷺ ان
خوش آمدید! بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
النبي ﷺ قال: ان الناس لكم تبع وان
تمہارے پاس دنیا کے کونے کونے سے دین سیکھنے کے
رجالا یأتونکم من اقطار الارض
لیے لوگ آئیں گے، ان کے ساتھ بھلائی کرنا۔
یتفقہون فی الدین واذا اتوکم

فاستوصوا بہم خیراً (۱۲)

حسن بصری کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت ابو ہریرہؓ کی عیادت کو گئے، جب لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے ان کا گھر بھر گیا تو انھوں نے خاکساری سے اپنے پاؤں سمیٹ لیے اور فرمایا: ایک دن ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ لیٹے ہوئے تھے ہم لوگوں کو دیکھا تو اسی طرح پاؤں سمیٹ لیے اور فرمایا:

انہ سیأتیکم اقوام من بعدی یطلبون
میرے بعد عنقریب لوگ تمہارے پاس تحصیل علم
العلم فرحبوا بہم وحبوہم
کے لیے آئیں گے ان کو مر جا کہنا، سلام کہنا اور علم
سکھانا۔
وعلموہم (۱۳)

حضرت ابوسعید خدریؓ کے پاس جب نوعمر اور جوان طلبا آتے تو آپؓ ان کو اپنے سے مانوس اور قریب کرنے کے لیے فرماتے:

مرحبا بوصیة رسول اللہ ﷺ! أمرنا
خوش آمدید ہو! ان لوگوں کو جن کے بارے میں
رسول اللہ ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی تھی، کہ ہم
ان کے لیے مجلس میں گنجائش پیدا کریں اور ان کو
المجلس، و نفقہہم الحدیث، فانکم
حدیث سمجھائیں، کیونکہ آپ لوگ ہی ہمارے بعد
خلوفنا والمحدثون بعدنا، وکان مما
ہمارے نائب اور دوسروں کو احادیث سنانے
یقول للحديث: اذا انت لم تفهم الشیء
والے ہیں۔ اگر تمہیں کوئی بات سمجھ نہ آئے مجھ
استفہمینیہ! فانک ان تقوم وقد فهمتہ
سے سمجھ لینا کیونکہ تم سمجھ کر اٹھو، یہ مجھے اس سے
احب الی من ان تقوم ولم تفہمہ (۱۴)
زیادہ محبوب ہے کہ تم بے سمجھے اٹھ جاؤ۔

ایک دفعہ عبداللہ بن عمروؓ کا حلقہ درس قائم تھا۔ لوگوں کی کثیر تعداد جمع تھی، اتنے میں ایک آدمی مجلس کو چیرتا ہوا آگے بڑھا، لوگوں نے اس کو روکنا چاہا لیکن آپؐ نے کمال شفقت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: اس کو آنے دو۔ وہ آیا یہاں تک کہ آپؐ کے پاس بیٹھ گیا اور بولا:

أخبرني لشيء حفظته من رسول الله
رسول الله ﷺ كما كوني فرمان یاد ہو تو بیان کیجئے۔
فقال: سمعت رسول الله ﷺ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا
يقول: المسلم من سلم المسلمون من ہے: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے
لسانه ويده، والمهاجر من هجر ما دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ
نهي الله عنه (۱۵) کی منع کی ہوئی باتوں کو چھوڑ دے۔

لوگ مختلف مسائل میں ازواجِ مطہرات بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ بعض مسائل کے پوچھنے میں جھجک اور شرم مانع آتی تھی تو ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سائلین کی حوصلہ افزائی فرماتیں، چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو ایک مسئلہ کے دریافت کرنے میں حیا اور شرم مانع ہوئی تو آپؓ نے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا:

لا تستحي ان تسألني عما كنت
تواس بات کو پوچھنے میں شرم مت کر! جو تو اپنی سگی
سائلًا عنه امك التي ولدتك فانما انا ماں سے پوچھ سکتا ہے، جس نے تجھے جنا ہے۔
امك (۱۶) میں بھی تو تیری ماں ہوں۔

دعوت میں ایجاز و اختصار

دعوت و تبلیغ کو موثر بنانے کے لیے مضامین دعوت کا واضح، دو ٹوک اور مختصر ہونا بھی ایک بہترین اسلوب ہے۔ صحابہ کرامؓ کے دعوتی و تبلیغی خطبات میں فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ ایجاز و اختصار کی جھلک بڑی نمایاں ہوتی تھی۔ ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمار بن یاسرؓ نے ہمیں فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ لوگوں نے آپ کے بیان کی خوب تعریف کی، لیکن آپ کا بیان اس قدر مختصر تھا کہ لوگوں نے خواہش کی کہ کاش آپ مزید بیان فرماتے؟ تو آپؐ نے فرمایا:

انسی سمعت رسول الله ﷺ يقول: ان
میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: نماز کو
طول صلاة الرجل وقصر خطبته مغبة طول دینا اور خطبہ کو مختصر کرنا انسان کی سمجھ کی

من فقهه فأطيلوا الصلوة واقصروا
 علامت ہے، پس تم نماز کو لمبا کرو اور خطبہ مختصر دیا
 کرو۔

(الخطبة (۱۷)

صحابہ کرامؓ نے دعوت و تبلیغ میں ایجاز و اختصار کے اسلوب کو نہ صرف خود اختیار فرمایا بلکہ دوسروں کو بھی تلقین کی کہ وہ وعظ و نصیحت کو مختصر رکھیں۔ ایک دفعہ حجاج بن یوسف ابن عمرؓ کے ہمراہ خطبہ حج کے لیے روانہ ہوا۔ ابن عمرؓ کے صاحبزادے سالم بن عبداللہؓ بھی ساتھ تھے۔ انھوں نے حجاج کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اگر آج تم سنت کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو مختصر خطبہ دینا اور نماز جلدی پڑھانا، حجاج بن یوسف ابن عمرؓ کی طرف دیکھنے لگا کہ اس بارے میں وہ کیا فرماتے ہیں، ابن عمرؓ نے یہ بات دیکھی تو فرمایا: سالم نے ٹھیک کہا ہے۔ (۱۸)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا بیان اور خطبہ بڑا مختصر، جامع اور پراثر ہوتا تھا۔ حضرت ابوالدرداءؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا پھر آپ کے حکم سے حضرت ابو بکرؓ اور عمر فاروقؓ نے بیان فرمایا اور دونوں حضرات نے اپنے بیان کو مختصر رکھا، ان کے بعد عبداللہؓ بن مسعود کو حکم ہوا کہ کچھ بیان کریں۔ حکم کی تعمیل میں کھڑے ہوئے اور حمد و سلام کے بعد فرمایا:

ایہا الناس! ان اللہ ربنا وان الاسلام
 دیننا وان هذا نبینا۔ و اوما بیدہ الی
 النبی ﷺ، رضینا مارضی اللہ لنا
 ورسولہ والسلام علیکم
 اے لوگو! اللہ ہمارا رب اور اسلام ہمارا دین ہے
 اور آپ ﷺ ہمارے نبی ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے
 رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کیا۔ جس سے اللہ
 اور اس کے رسول ﷺ خوش ہوں اس سے ہم بھی
 خوش ہیں، اور تم پر سلامتی ہو۔

اس کے بعد عبداللہ بن مسعود بیٹھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مختصر مگر جامع بیان کی بہت تعریف و تحسین فرمائی اور فرمایا: ”ابن ام عبد نے سچ کہا“۔ (۱۹)

مخاطب کی زبان میں گفتگو

ابلاغ اور تفہیم کے لیے زبان و لسان کی اہمیت مسلم ہے۔ دعوت و تبلیغ میں تاثیر اور قوت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے، جب پیغام کی زبان آسان، نرم اور قابل فہم ہو، اور اگر اس کے ساتھ ساتھ داعی مدعو کی زبان سے بھی واقفیت رکھتا ہو تو دعوت کا کام مزید آسان ہو جاتا ہے، کیونکہ ہم زبانی سے انسیت میں اضافہ ہوتا ہے، اجنبیت دور ہوتی ہے اور گفتگو کا مقصد آسانی سے سمجھا اور سمجھایا جا سکتا ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے اس اسلوب کو اختیار فرمایا۔ عرب اگرچہ عربی زبان ہی بولتے تھے لیکن ان کے مختلف قبائل اور علاقوں میں لہجوں کا

اختلاف پایا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس بہت سے قبائل سے وفود آتے اور اسلام قبول کرتے تو آپ ﷺ ان کے ساتھ ان ہی کی زبان اور لہجے میں گفتگو فرماتے۔ خطیب بغدادی نے اپنی سند سے کعب بن عاصم الاشعری کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو مخصوص لہجے میں بات کرتے سنا:

عن عاصم الاشعری قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ليس من اميرامصيام في

امسفر، اراد ليس من البر الصيام في السفر (۲۰)

اشعریوں کی لغت میں لام کو میم سے تبدیل کر لیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے لہجے کو چھوڑ کر مخاطب کے لہجے کو اختیار فرمایا۔ بلاشبہ اس سے مدعو پر خوشگوار اثر پڑتا ہے اور اپنائیت اور قربت پیدا ہوتی ہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن ثابت کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا، تاکہ یہود سے انھیں کی زبان میں گفتگو کی جاسکے اور انھیں کی زبان میں ان کے خطوط کا جواب دیا جاسکے۔ حضرت زید بن ثابت کا بیان ہے:

فتعلمت کتابهم مامرت بی خمس عشرة ليلة حتى حذقتہ، وکنت اقرأ له کتبهم اذا

کتبوا اليه، واجيب عنه اذا کتب (۲۱)

ایک ایرانی عورت حضرت ابو ہریرہ کی خدمت میں استغاثہ لے کر آئی کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اب مجھ سے میرا بیٹا بھی چھیننا چاہتا ہے اس عورت نے یہ ساری گفتگو فارسی زبان میں کی اور ابو ہریرہ نے بھی اس سے اسی زبان میں گفتگو کی اور پھر آپ نے بچہ عورت کے حوالے کرنے کا حکم دیا۔ (۲۲)

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام نے دوسری قوموں کی زبانیں صرف اس غرض سے سیکھ رکھی تھیں تاکہ مخاطب سے براہ راست تبادلہ خیال کر کے اس کے مسائل کا حل کیا جائے۔

صحابہ کرام نے قرآن مجید کے بعض اجزا کا ترجمہ بھی دوسری زبانوں میں کیا تاکہ عربی زبان سے ناواقف لوگ اسلام کی حقیقی روح اور تعلیمات سے محروم نہ رہ جائیں۔ چنانچہ علامہ نرحسی لکھتے ہیں:

روى ان الفرس كتبوا الى سلمان ان	بیان کیا جاتا ہے کہ بعض نو مسلم ایرانیوں نے
يكتب لهم الفاتحة بالفارسية، فكانوا	حضرت سلمان کی خدمت میں لکھا کہ ان کے لیے
يقرون ذلك في الصلوة حتى لانت	سورة الفاتحة کو فارسی میں نقل کر دیا جائے، چنانچہ وہ
السنتم للعربية (۲۳)	لوگ (اسی ترجمہ کو) نماز میں پڑھتے تھے یہاں
	تک کہ وہ عربی سیکھ گئے۔

اسی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور بڑے فقیہ نے اپنی کتاب ”النهاية حاشية الهداية“ میں مزید

تفصیل درج کی ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے یہ کام انجام دیا اور ان کے ترجمے کا ایک جز بھی نقل کیا ہے، ’بنام خداوند بخشایندہ مہربان‘ (۲۴) یہ لہجہ اللہ کا ترجمہ ہے۔

شاہان عالم کی طرف بھیجے جانے والے نبوی سفراء کا معجزانہ طور پر انھیں قوموں کی زبان میں گفتگو کرنے لگ جانا بھی دعوت و تبلیغ میں زبان کی یکسانیت کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ (۲۵)

حضرت عمر فاروقؓ بھی دعوت و تبلیغ میں زبان و بیان کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ چنانچہ انھوں نے حضرت سلمان فارسیؓ کو محاربات عراق و ایران کے دوران اسلامی لشکر کا داعی مقرر کیا تھا۔ چنانچہ حضرت سلیمان فارسیؓ نے ہمیشہ بڑی حکمت، دانائی اور دلسوزی کے ساتھ دعوت اسلام کا فریضہ انجام دیا اور انھوں نے مقبوضہ علاقوں میں فارسی نژاد ہونے کی وجہ سے نو مسلموں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ مولیوں اور نو مسلموں میں انھیں اس قدر مقبولیت حاصل تھی کہ وہ لوگ انھیں اپنا ہیرو اور بطل جلیل تصور کرتے تھے۔

حوالہ جات

- (۱) سورۃ یوسف ۱۲: ۳۶-۴۱
 - (۲) المسند، حدیث شداد بن اوس، ج: ۱۶۶۶۹، ۱۰۴/۵
 - (۳) الاستیعاب، تذکرہ طلیب بن عمیر، ۷۲/۲-۷۳
 - (۴) ایضاً، تذکرہ اروی بن عبدالمطلب، ۱۷۸/۴
 - (۵) اسد الغابہ، تذکرہ امیر بن بنت صحیح، ۵۸۰/۵۔ الاصابہ، تذکرہ امیر بن بنت صحیح، ۴۳۷/۴
 - (۶) المسند، مسند عبداللہ بن عباسؓ، ج: ۲۴۱۵، ۴۳۳/۱
 - (۷) المسند، حدیث ابو موسیٰ الأشعریؓ، ج: ۱۹۱۳۹، ۵۴/۵
 - (۸) المسند، حدیث ابو درداءؓ، ج: ۲۶۹۶۰، ۵۹۸/۷
 - (۹) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب ثواب المؤمن فیما یصیب، ج: ۶۵۶۱، ص: ۱۱۲
 - (۱۰) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لکدینہ، ج: ۵۲، ص: ۱۲
 - (۱۱) سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فی العرافۃ، ج: ۲۹۳۴، ص: ۴۲
- ☆ غزوہ حنین میں ملنے والے مال غنیمت کو رسول اللہ ﷺ نے رسوا مکہ میں ان کی تالیف قلب کی خاطر تقسیم کر دیا، چنانچہ مکہ کے کئی سرداروں نے اسی جذبہ سے متاثر ہو کر صدق دل سے اسلام قبول کر لیا، پھر حرق کے خلاف ان کی گردنیں کبھی نہ اٹھ سکیں۔
- صفوان بن امیہ جو اسلام کے اور خود رسول اللہ ﷺ کے شدید ترین دشمن تھے، کہتے ہیں:

واللہ لقد اعطانی رسول اللہ ﷺ ما اعطانی، وانه لا بغض الیٰی فما برح یعطینی حتیٰ انه لاحب

الناس التي (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخا فہ ﷺ، ج: ۶۰۲۳، ص: ۱۰۲۲) ”دستم بخدا رسول اللہ ﷺ نے مجھے اتنا دیا جس کی کوئی حد نہیں جبکہ مجھے ان سے سخت بغض تھا۔ آپ ﷺ مجھے دیتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ مجھے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو گئے۔“

ایک دفعہ ایک بدو نے آکر کہا: ان دو پہاڑوں کے درمیان بکریوں کے جتنے ریوڑ ہیں مجھ کو عنایت کر دیں۔ آپ ﷺ نے وہ سب اس کو عطا فرمادیے۔ یہ فیاضی اور احسان دیکھ کر اس پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اپنے پورے قبیلے سے جا کر کہا:

یا قوم اسلموا فان محمداً ﷺ يعطى عطاء لا يخشى الفاقة (اليضأ، ج: ۶۰۲۰، ص: ۱۰۲۱)

”اے قوم! اسلام قبول کر لو، مجھ ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ ان کو اپنے فقر و افلاس کا ڈر ہی نہیں رہتا“

(۱۲) جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی الاستیعاء بمن يطلب العلم، ج: ۲۶۵۰، ص: ۶۰۱۔ سنن ابن ماجہ، المقدمة، باب الوصاۃ بطلب العلم، ج: ۲۴۹، ص: ۳۸

(۱۳) سنن ابن ماجہ، المقدمة، باب الوصاۃ بطلب العلم، ج: ۲۴۸، ص: ۳۸

(۱۴) کنز العمال، ۲۴۳/۵

(۱۵) المسند، مسند عبد اللہ بن عمرو، ج: ۶۷۶، ص: ۳۹۶

(۱۶) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب تسخ الماء من الماء وجوب الغسل.....، ج: ۸۵، ص: ۱۵۳

(۱۷) صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفيف الصلوة والخطبة، ج: ۲۰۰۹، ص: ۳۳۸-۳۳۹۔ المسند، حدیث عمار بن یاسر،

ج: ۱۷۸۵، ص: ۳۲۶

(۱۸) الموطأ، کتاب الحج، باب الصلوة فی البيت وقصر الصلوة وتجيل الخطبة بعرفة، ج: ۴۲۲، ص: ۲۶۶

(۱۹) تذکرة الحفاظ، تذکرہ عبد اللہ بن مسعود، ۱۵/۱

(۲۰) خطیب بغدادی، ”کتاب الکفایة فی علم الروایة“، ص: ۱۸۳، دائرة المعارف العثمانیة، حیدرآباد، دکن، ۱۳۵۷ھ

(۲۱) المسند، حدیث زید بن ثابت، ج: ۲۱۱۰۸، ص: ۲۳۸/۶، اسد الغابہ، تذکرہ زید بن ثابت

(۲۲) سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب من اتق بالولد، ج: ۲۲۷، ص: ۳۳۰

(۲۳) سرخسی، شمس الدین، ”المبسوط“، کتاب الصلوة، ۳۷/۱، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۹۷۸ء۔ محمد بن حسن الشیبانی، ”کتاب

الاصل“، کتاب الصلوة، باب افتتاح الصلوة وما یصنع الامام، ۱۶/۱، دار المعارف العثمانیة، لاہور، ۱۹۸۱ء

(۲۴) حمید اللہ، ڈاکٹر، ”صحیفہ ہمام بن منبہ“، ناشر رشید اللہ یعقوب، کلکتہ، کراچی، ۱۹۳۳ء، ۱۹۹۸ء

(۲۵) ابن سعد، ذکر بعثۃ رسول اللہ ﷺ الرسل بکتبہ الی المملوک..... ۲۵۸/۱

(جاری)